خصوصیاتِ ماہِ محرم الحرام ویوم عاشوراء

مع

احکام ورد بدعات

بقلم:

مفتی سراج الحق سعادتی میواتی

E-mail:muftissaadati@gmail.com

شهرالحرام مبارك ميمون
والصوم فيه مضاعف مسنون
وثواب صائمه لوجه إلهه
في الخلد عند مليكه مخزون

۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی سال کا پہلا مہینہ جس کو محرم الحرام کہا جاتا ہے، یہ مہینہ اپنے گوناگوں، پیچ وخم، عشق ووفا، ایثاروقربانی، جذبۂ فدائیت اور بے شمار فضیلت ومرتبت کی دولتِ بے بہا سے معمور وسربلند ہے۔ روزِ ازل ہی سے جب زمین کا سبزہ زار، فرش اور آسمان کی نیلگوں چھت تیار ہوئی تھی، اور اس میں سورج کا روشن چراغ اور چاند کی خوشنما قندیل جلائی گئی تھی، تو یہ بات نوشتۂ الٰہی میں لکھ دی گئی تھی کہ صبح وشام کی تبدیلیوں اور شب وروز کے الٹ پھیر سے ہفتہ اور پھر مہینہ جو وجود میں آتا ہے وہ بارہ ہیں، اور ان میں بھی چار مہینے بطورِ خاص اہمیت کے حامل ہیں، ارشادِ ربانی ہے: "إن عدة الشهورعند الله اثناعشرشهرافی كتاب الله يوم خلق السموت والأرض، منها أربعة حرم، ذلك الدين القيم، فلاتظلموا فيهن أنفسكم، وقاتلوا المشركين كافة كمايقاتلونكم كافة، واعلموا أن الله مع المتقين" (التوبۃ:٣٦) بے شک مہینوں کی گنتی اللہ تعالی کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جب سے اللہ تعالی نے زمینوں اور آسمانوں کو بنایا، ان میں سے چار مہینے حرمت کے حامل ہیں، یہ سیدھا دین ہے، لہٰذا ان (چار مہینوں) میں تم اپنی جان پر ظلم نہ کرو، اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں، اور جان لو کہ اللہ تعالی ساتھ ہیں ڈرنے والوں کے۔

محرم "حرم" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی عزت واحترام کے ہیں، محرم کو محرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں محرم کا مہینہ بڑا قابلِ احترام تھا، اس کا احترام زمانۂ جاہلیت کے تاریک ترین دور میں بھی باقی تھا، ریگزارِ عرب کے بدو جو علم سے دور، عقل سے

بیگانے، وحشت سے قریب اور جنگ وجدال کے رسیا و دلدادہ تھے، وہ بھی ان مہینوں میں ان کے احترام میں قتل وقتال، جنگ وجدل، کشت وخون، لوٹ مار اور غارت گری ورہزنی سے باز رہتے تھے، ان میں خونریزی اور جدال وقتال قطعًا بند کردیا جاتا، حتیٰ کہ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔

اسلام کی آمد کے بعد بھی اس ماہِ مبارک کی حرمت وعظمت اور تقدس کو اس کی سابقہ حالت میں برقرار رکھا گیا، کیوں کہ یہ سیدنا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی باقیات میں سے تھے، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملتِ ابراہیمی میں یہ چار ماہ اشہرحرم قرار دئے گئے تھے، اسلام سے ایک مدت قبل جب عرب کی وحشت وجہالت حد سے بڑھ گئی، اور باہمی قتال وجدال میں بعض بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا، تو ”نسیٔ“ کی رسم نکالی، یعنی (جب کسی زورآور قبیلہ کا ارادہ ماہِ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کردیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہرحرم سے نکال کر اس کی جگہ صفرالمظفر کو حرام کردیا، پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسبِ دستورِ قدیم محرم الحرام ”حرام“ اور صفر ”حلال“ رہے گا) اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کرلیتے تھے، لیکن ان کے تعین میں حسبِ خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق ”نسیٔ“ (مہینہ آگے پیچھے) کرنے کی رسم صرف محرم وصفر میں ہوتی تھی، اور اس کی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔

امام مغازی محمد بن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ: ”پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی

"قلمس" کنانی تھا، پھراس کی اولاد دراولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا، آخر میں اس کی نسل سے "ابوثمامہ جنادہ بن عوف کنانی" کا معمول تھا کہ ہر سال موسمِ حج میں اعلان کیا کرتا کہ امسال محرم اشہرحرم میں داخل رہے گا یا صفر، اس طرح محرم وصفر میں سے ہرمہینہ کبھی حلال اورکبھی حرام کیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے آکراس نظامِ خداوندی میں دخل اندازی کو ختم کردیا۔(تفسیر عثمانی-بتغییر یسیر-توبۃ:۳۶)

حجۃ الوداع کے موقع پر خطبۂ یومِ عرفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان مہینوں کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا:"إن الزمان قداستدار کھیئته یوم خلق السموات والأرض، السنة اثناعشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاث متواليات، ذوالقعدة وذوالحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان"۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر:۴۶۶۲)اس رسم کو اورنظام خداوندی میں دخل اندازی کوختم کرتے ہوئے آپ نے ارشادفرمایا کہ:"زمانہ اپنی اسی ہیئت پرلوٹ آیاہےجس کاقرآن مجید میں ذکرہے،(یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج فرمایاتواس وقت مہینے اپنی صحیح ترتیب کے مطابق چل رہے تھے،"نسئ" کاشکارنہیں تھے) اورپھرارشادفرمایا کہ: یہ بارہ مہینے ہیں،جن میں سے چارحرمت والے ہیں،ان میں تین مہینے مسلسل ہیں(ذی القعدہ،ذی الحجہ،محرم الحرام)اورایک مہینہ رجب کاہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہینوں کی جوترتیب اوران ان مہینوں کے جونام اسلام میں معروف ہیں،ان کے اندرتبدیلی کرنا درست نہیں،اور یہ بنائی ہوئی ترتیب خودرب العالمین کی جانب سے ہے،جس میں اس نے خاص خاص مہینوں میں کچھ خاص احکام نازل فرمائے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قمری حساب کامحفوظ رکھنافرضِ کفایہ ہے،اگرساری امت قمری حساب

ترک کر کے اس کو بھلا دے تو سب گنہگار رہوں گے۔ (معارف القرآن شفیعی: ۳۷۳/ ۴)

احادیثِ مبارکہ میں بھی ماہِ محرم الحرام کی متعدد نصوص کے ذریعہ فضیلت بیان کی گئی ہے، حتی کہ بعض سلف نے اس کو اشہرحرم میں سب سے افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں: "وقد اختلف العلماء في أي الأشهر الحرم أفضل؟ فقال الحسن وغيره : أفضلها شهر الله المحرم، ورجحه طائفة من المتأخرين، وروى وهب بن جرير عن قرة بن خالد عن الحسن، قال: إن الله افتتح السنة بشهر حرام وختمها بشهر حرام، فليس شهر في السنة بعد شهر رمضان أعظم عند الله من المحرم، وكان يسمى شهر الله الأصم من شدة تحريمه"، علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ اشہرحرم میں کونسا مہینہ افضل ہے؟ امام حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان سب میں سب سے افضل اللہ کا مہینہ محرم ہے، اور متاخرین کی ایک جماعت نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اور وہب بن جریر نے قرۃ بن خالد کے طریق سے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سال کی ابتداء حرمت والے مہینہ سے فرمائی، اور حرمت والے مہینے پر ہی اس کا اختتام فرمایا، چنانچہ سال میں کوئی مہینہ رمضان المبارک کے مہینے کے بعد محرم الحرام سے زیادہ فضیلت کا حامل نہیں، حسن بصری اس مہینے کی عظمت بناء پر اسے "الاصم" کا نام دیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ امام نسائی علیہ الرحمہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، جو اس ماہِ مبارک کی فضیلت پر دال ہے: " عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: سألت النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أي الليل خير وأي الأشهر أفضل؟ فقال: خير الليل جوفه، وأفضل الأشهر شهر الله الذي

تدعونه المحرم"۔ (رواہ النسائی فی السنن الکبریٰ: ۴۲۱۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! کونسی رات بہتر ہے، اور مہینوں کونسا مہینہ افضل ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رات کا درمیانی حصہ بھلائی والا ہے، اور مہینوں میں افضل مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، جس کو تم محرم کے نام سے پکارتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہینوں میں سب سے افضل مہینہ محرم الحرام کا مہینہ ہے، لیکن یہ اطلاق اس بات کا مقتضی ہے کہ محرم الحرام کا مہینہ رمضان المبارک سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے، اس لیے علماء یہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک اس سے خارج ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ رمضان المبارک کے علاوہ تمام مہینوں پر یہ مہینہ برتری رکھتا ہے۔ (لطائف المعارف: ۸۷، ۸۸- دار ابن خزیمہ-)

محرم الحرام کے روزوں کی فضیلت:-

ماقبل میں مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ ماہِ محرم الحرام انتہائی اہمیت اور فضل وشرف کا حامل مہینہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس ماہِ مبارک میں روزہ رکھنا بھی گویا سب سے زیادہ بابرکت روزوں کے رکھنے کا اہتمام کرنا ہے۔ رمضان المبارک کے بعد اجروثواب کے اعتبار سے سب سے زیادہ فضیلت کے حامل اس ماہِ مبارک کے روزے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: أفضل الصيام بعد رمضان شهرالله المحرم، وأفضل الصلوة بعد الفريضة صلوة الليل" (رواہ مسلم: رقم: ۲۷۵۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزوں میں سب سے افضل روزے رمضان المبارک کے بعد محرم کے ہیں، اور فرض

نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ یہ روایت واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ماہِ محرم الحرام کے روزے بہت زیادہ فضیلت کے حامل ہیں۔ البتہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت کے ساتھ روزے شعبان المعظم میں رکھا کرتے تھے، محرم الحرام میں آپ کا کثرت سے روزے رکھنا منقول نہیں ہے۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ غالبًا اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی فضیلت کا علم آخرِ حیات میں ہوا، اور ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ کو کوئی ایسا عذر پیش آ گیا ہو جو اکثارِ صوم سے مانع ہو گیا ہو، مثلاً: سفر یا مرض یا ان کے علاوہ دیگر عوارض۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۲۹۶ / ۷-دار المعرفۃ-)

یوم عاشوراء:-

اس مہینہ کی فضیلت کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں یومِ عاشوراء ہے، یہ وہی دن ہے جس میں اہلِ ایمان کے لیے فتح وکامرانی نصیب ہوئی، اور" جاء الحق وزهق الباطل" کا نظارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے سامنے ظاہر کیا گیا۔ چنانچہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی ظلم وستم سے نجات عطا فرمائی، فرعون اور اس کی قوم کو غرقاب کر کے رہتی دنیا تک کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا، چنانچہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے:" عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قدم، فوجداليهود صيامًا يوم عاشوراء، فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ماهذااليوم الذي تصومونه؟ فقالوا: هذا يوم عظيم، أنجى الله فيه موسى وقومه، وغرق فرعون وقومه، فصامه موسى عليه السلام شكرا، فنحن نصومه۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: فنحن أحق وأولى بموسى منكم، فصامه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

وأمر بصيامه "(متفق علیہ، واللفظ لمسلم-صحیح البخاری:۲۰۰۴، صحیح مسلم:۲۷۱۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ ایک عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کوفرعون ملعون کے ظلم سے نجات دی، اورفرعون اوراس کی قوم کوغرق کردیا، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطورِ شکرانہ کے اس دن روزہ رکھا، تو ہم بھی رکھتے ہیں۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کے یعنی روزہ رکھنے کے ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں، اورحضرت موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں۔

یوم عاشوراء جس طرح یہود کے نزدیک محترم ومتبرک تھا، اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں قریش مکہ کے نزدیک بھی بڑا محترم دن تھا، اس دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا، اور قریشِ مکہ اس دن روزہ رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، "عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها قالت: كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يصومه في الجاهلية، فلماقدم المدينة صامه، وأمربصيامه، فلما فرض رمضان ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه، ومن شاء تركه "(متفق علیہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریشِ مکہ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا، اورلوگوں کو بھی

اس کے رکھنے کا حکم فرمایا، البتہ جب رمضان المبارک کے روزے فرض کردیئے گئے تو آپ نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کچھ روایات قریش مکہ کو پہنچی ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ قریش ملتِ ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے، ان کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اتفاق واشتراک فرماتے تھے، اسی بناء پر حج میں بھی شرکت فرماتے تھے، اپنے اسی اصول کی بناء پر آپ قریش کے ساتھ عاشوراء کا روزہ بھی رکھتے تھے (اس لئے ماقبل کی اور اس روایت کی وجہ سے تعارض کا خیال نہ کیا جائے)، البتہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے، اور آپ کو یہود کی جانب سے یہ روایت پہنچی کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روزے کا اور زیادہ اہتمام فرمایا، اور مسلمانوں کو بھی عمومی حکم فرمایا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھیں، بلکہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا تاکیدی حکم فرمایا جیسا فرائض اور واجبات کے لیے دیا جاتا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ عاشوراء کی صبح مدینہ منورہ کے مضافات میں واقع انصار کی بستیوں میں اطلاع بھجوائی کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ آج کے دن روزہ رکھیں، اور جنہوں نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بھی دن کے باقی حصہ میں کچھ نہ کھائیں، بلکہ روزہ داروں کی مشابہت اختیار کریں، چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم بعث رجلاً ينادي في الناس يوم عاشوراء، أن من أكل فليتم أو فليصم، ومن لم يأكل فلا يأكل" (بخاری شریف کتاب الصوم: ۱۹۲۴)، بعد میں جب رمضان

المبارک کے روزے فرض قرار دے دئے گئے تو اس کی حیثیت نفل روزے کی رہ گئی، لیکن اس کے باوجود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل روزوں میں سب سے زیادہ اہتمام اسی روزے کا فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مارأيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يتحرى صيام يوم فضله على غيره إلا هذا اليوم يوم عاشوراء، وهذا الشهر يعني شهر رمضان"۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۲) میں نے نہیں دیکھا کہ آپ فضیلت والے کسی دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر فرماتے ہوں، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء اور اس مہینہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

یوم عاشوراء کے تاریخی پہلو:-

تاریخ کے کئی اہم واقعات وہ ہیں جو اسی یوم عاشوراء سے متعلق ہیں، چنانچہ اس کی فضیلت واہمیت دوچند ہوجاتی ہیں، تاریخ کے بہت سے عظیم واقعات اسی دن سے وابستہ ہیں:

(۱) یہ وہی دن ہے جس دن آسمان وزمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی گئی۔

(۲) اسی دن سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت سے نوازی گئی۔

(۳) یہی وہ مبارک وبابرکت دن ہے جس دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی عذابِ الٰہی کے ہولناک منظر وتباہ کن طوفان سے بچ کر جودی پہاڑ پر مستوی ہوئی۔

(۴) یہی وہ دن ہے جس میں جلانے والی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلِ

گلزار بن گئی، اور آپ کو خلیل اللہ کا لقب عنایت کیا گیا۔

(۵) اسی رحمتوں سے بھرے دن میں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی نصیب ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔

(٦) یہی وہ دن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بطنِ مبارک سے اس دنیا میں تشریف لائے۔

(۷) اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش کے بعد بادشاہت واپس ملی، اور اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو آپ کے امتحان میں کامیابی کے بعد شفا کا پروانہ ملا۔

(۸) یہ وہی مبارک دن ہے جس میں ایک بوڑھے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جب کہ وہ ان کی یاد میں رورو کر اپنی آنکھوں کی بینائی ختم کر چکے تھے۔

(۹) یہی وہ دن ہے جس میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا، اور اسی مبارک دن میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودِ ملعون کے شر سے نجات دے کر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

(۱۰) اور یہی وہ دن ہے جو اس چوبیس ہزار کلومیٹر کے طول وعرض پر پھیلی ہوئی دنیا کے لیے آخری دن ہوگی، یعنی قیامت قائم ہوگی-تلك عشرة كاملة- ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:-تحت الحدیث-۲٦۷۵)

یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت احادیث کی روشنی میں :-

(۱)"أنه یکفر السنة الماضية":

یعنی یوم عاشوراء کا روزہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ ہوگا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے:"عن أبي قتادة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سئل عن صوم يوم عرفة فقال: يكفر السنة الماضية والباقية، وسئل عن صوم يوم عاشوراء فقال: يكفر السنة الماضية"(صحیح مسلم:۲۸۰۴)، البتہ اس سے صغائر کی معافی مراد ہے، جیسا کہ امام نوویؒ نے"المجموع شرح المهذب"میں ذکر فرمایا ہے:"قال الإمام النووي رحمه الله: وهو الأصح أنه يكفر كل ذنوب الصغائر وتقديره يغفر ذنوبه كلها إلا الكبائر"(المجموع شرح المهذب:۶/۴۳۱)۔اس کی صراحت قاضی عیاض مالکیؒ نے بھی فرمائی ہے:"قال القاضي عياض رحمه الله: هذا المذكور في الأحاديث من غفران الصغائر دون الكبائر، هو مذهب أهل السنة، وإن الكبائر إنما تكفرها التوبة أو رحمة الله تعالى"۔(أيضا:۶/۴۳۱)

(۲)"أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يطلب فضله على الأيام":

"عن ابن عباس رضي الله عنه قال: ما رأيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يتحرى صيام يوم فضله على غيره إلا هذا اليوم يوم عاشوراء، وهذا الشهر يعني شهر رمضان"۔(بخاری:۹۰۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی فضیلت والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام وفکر کرتے ہوں، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء کے، اور سوائے اس ماہِ مبارک کے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل سے حضرت ابن عباسؓ نے یہی سمجھا کہ نفلی روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یومِ عاشوراء کے روزے

کا کرتے تھے اتنا کسی دوسرے نفلی روزے کا نہیں فرماتے تھے۔(معارف الحدیث:۴/۱۷۰)

(۳)"أن الصحابة رضي الله عنه كانوا يصومون فيه صبيانهم":

یعنی اس دن صحابہ کرام ؓ اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین فرماتے تھے، چنانچہ صحیحین میں حضرت ربیع بنت معوذ بنت عفراء ؓ کی روایت ہے:"عن الربيع بنت معوذ بن عفراء رضي الله عنه قالت: أرسل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار التي حول المدينة، من كان أصبح صائما فليتم صومه، ومن كان أصبح مفطرا فليتم بقية صومه فكنا بعدذلك نصومه ونصوم صبياننا الصغار، ونذهب إلى المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن، فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناه إياه حتى يكون عند الإفطار۔(متفق علیہ،صحیح البخاری:۱۸۵۹-صحیح مسلم:۲۷۲۵) حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشوراء کی صبح ایک آدمی ان انصار کی طرف روانہ فرمایا جو مدینہ منورہ کے اطراف میں آباد تھے، اوراعلان کروایا کہ" جس نے آج روزہ رکھا ہوتو وہ اپنا روزہ مکمل کرلے،اورجس نے نہ رکھا ہو،کھا پی لیا ہووہ بھ باقی دن کچھ نہ کھائے"،فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم خود یعنی عورتیں روزہ رکھتیں اوراپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتیں، پھر ہم مسجد جاتیں اوربچوں کے لیے روئی کے کھلونے بنالیتیں،تاکہ اگرکوئی بچہ روئے تواس کو دیں،حتی کہ افطار کاوقت ہوجاتا۔

یوم عاشوراء کے روزے کی حکمت:-

یوم عاشوراء کا روزہ بہت اہمیت کا حامل ہے،ایک تو اس وجہ سے کہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اورآپ کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات

عطا فرمائی، اور حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کی مدد فرمائی۔ دوسرے اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی اور آپ قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ اس کا اہتمام فرماتے رہے، نیز اس وقت جو حالت مسلمانوں کی ہے کہ وہ ہر جگہ ظلم و جبر کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں، ہر جگہ ان کی جمعیت انتشار کا شکار ہے، خواہ وہ فلسطین ہو یا کشمیر یا برما، ایسے حالات میں امتِ مرحومہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس روزے کا اہتمام کرے، اور اللہ تعالیٰ سے خصوصی مدد کی طالب ہو، کیا بعید کہ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرما کر ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کا معاملہ فرمادے، اور امتِ مرحومہ کو وقت کے فرعونوں سے آزادی کا پروانہ عطا کرے۔

یوم عاشوراء کے ساتھ تاسوعہ کا روزہ مستحب ہے:-

یوم عاشوراء کے روزہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام فرمایا، تاہم یہ روزہ یہود اس خوشی میں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرمائی تھی، اسی لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ: اس میں تو یہود کی مشابہت ہے؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آئندہ ہم یہود کی مخالفت میں دو روزے رکھیں گے، ایک نو محرم الحرام کا اور دوسرا یوم عاشوراء کا، تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر نے وفا نہ کی، اور آپ آنے والے سال میں یہ روزہ نہ رکھ سکے۔

”عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال: حين صام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا: يارسول الله! إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى، فقال رسول

الله ﷺ: فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع، قال: فلم يأتي العام المقبل حتى توفي رسول الله ﷺ"۔ (صحیح مسلم:۲۷۲۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ایسا دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، (تو ہم بھی ان کے مشابہ نہ ہوجائیں)، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آئندہ سال ہم ان شاء اللہ تاسوعہ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال کے آنے سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ اس دنیا سے پردہ فرماگئے۔ اس لیے اکثر محققین علماء کے نزدیک دس کے ساتھ نو کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: "عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ :لئن بقيت إلى قابل لأصومن التاسع"۔ (صحیح مسلم:۲۷۳۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور بالضرور نو کا روزہ رکھوں گا۔

اسی وجہ سے حنفیہ کے یہاں تنہا عاشوراء کا روزہ رکھنا اولیٰ اور افضل نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ نو یا گیارہ کا روزہ ملالیا جائے، حضرات فقہاء کے نزدیک تنہا عاشوراء کا روزہ رکھنے کا مکروہ وغیر مکروہ ہونا مختلف فیہ ہے، بعض فقہاء مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں، اور اکثر فقہاء اور اکثر ائمہ حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: "وكره بعضهم صوم يوم عاشوراء وحده لمكان التشبه باليهود، ولم يكرهه عامتهم، لأنه من الأيام الفاضلة، فيستحب استدراك فضيلتها بالصوم"۔ (بدائع الصنائع: ۲۱۸/۲- کتاب الصوم۔)

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ آپ اپنی مایہ ناز تصنیف "فتح الملہم" میں رقمطراز ہیں: "وقد عد في الدر المختار صوم عاشوراء وحده من المكروه تنزيها، أي مفردا عن التاسع أوعن الحادي عشر، ولكن قال صاحب البدائع: وكره بعضهم صوم عاشوراء وحده لمكان التشبه باليهود، ولم يكرهه عامتهم لأنه من الأيام الفاضلة، فيستحب استدراك فضيلتها بالصوم"۔(فتح الملہم:۱۴۶/۳- کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء-)، فرماتے ہیں کہ درمختار میں تنہا عاشوراء کا روزہ رکھنے کو مکروہ تنزیہی شمار کیا گیا ہے، لیکن صاحب بدائع کے بقول بعض حضرات نے گرچہ اس کو یہود کے ساتھ تشبہ پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ قرار دیا ہے، لیکن عامۃ الفقہاء نے اس کو مکروہ بھی قرار نہیں دیا ہے، کیوں کہ یہ فضیلت والے ایام میں سے ہے، اور اس کی فضیلت کو تنہا عاشوراء کا روزہ رکھ کر بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

عاشوراء کے ساتھ نو کا روزہ رکھنے کی حکمت:-

علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں علماء نے متعدد حکمتیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) اس کے ذریعہ یہود سے افتراق معلوم ہوجاتا ہے، ورنہ صورۃً ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، چونکہ وہ صرف عاشوراء کے روزہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں، اور یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے ایک اثر سے بھی معلوم ہوتی ہے، جو سنن ترمذی میں صحیح سند سے واقع ہے، "وروي عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال: صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود، وبهذا الحديث يقول الشافعي وأحمد وإسحاق"۔(سنن الترمذی:۷۵۵-أبواب الصوم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم-) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ: نو اور دس کا دونوں دنوں کا روزہ رکھ کر

یہود کی مخالفت کرو، اورامام شافعی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ معلوم ہوا کہ چونکہ اس میں یہود کی مخالفت ہے، اس لیے نو کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔

اسی طرح مسند احمد کی ایک روایت میں صراحۃً مذکور ہے: "عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صوموا یوم عاشوراء، وخالفوا فیہ الیہود، وصوموا قبلہ یوما أو بعدہ یوما"۔ (مسند احمد: ۲۱۵۴) فرمایا: تم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ بھی رکھو۔

(۲) عاشوراء کے روزے کے ساتھ دوسرا روزہ رکھنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس کے ساتھ دوسرا روزہ ملالیا جائے جیسا کہ تنہا یوم جمعہ کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ دوسرے دن جمعرات یا سنیچر کا روزہ ملانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (یہ حکمت واضح نہیں ہے، وضاحت کی ضرورت ہے۔)

(۳) عاشوراء کے ساتھ نو کا روزہ رکھنے میں اس بات کی بھی رعایت ملحوظ ہے کہ کبھی کبھی تاریخ میں غلطی واقع ہوجاتی ہے، اور چاند کا اعلان پہلے کردیا جاتا ہے، تو گنتی میں نقص واقع ہوجاتا ہے، اب اگر کوئی شخص نو کا روزہ رکھے گا، تو وہ نفس الامر میں دس کا روزہ ہوگا، جیسا کہ علامہ نوویؒ نے اس کی صراحت فرمائی ہے: "قال: الاحتیاط في صوم العاشر خشیة نقص الهلال ووقوع غلط، فیکون التاسع في العدد وهو العاشر في نفس الأمر"۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۸/۲۵۴)

البتہ ان میں سب سے راجح اور اقوی قولِ اول ہی ہے کہ نو کا روزہ رکھنے میں اہلِ کتاب کی مخالفت ہے، اور تشبہ سے بچنا ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ فرماتے

ہیں: "نهى صلى الله عليه وآله وسلم عن التشبه بأهل الكتاب في أحاديث كثيرة، مثل قوله في عاشوراء: "لئن عشت إلى قابل لأصومن التاسع"۔(الفتاوى الكبرى: الجزء السادس، سد الذرائع المفضية إلى محرم)

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ آپ "لئن بقيت إلى قابل لأصومن التاسع" کے ذیل میں فرماتے ہیں: "ماهم به من صوم التاسع يحتمل معناه ألا يقتصر عليه، بل يضيفه إلى اليوم العاشر، إما احتياطا له، وإما مخالفة لليهود والنصارى، وهو الأرجح، والله أعلم"۔(فتح الباری: ۳۰۸/۴- دار الکتب العلمیۃ-)

مراتب صیام عاشوراء وأفضلہا:-

پھران روزوں میں بعض حضرات نے مراتب بھی بیان فرمائے ہیں، اور سب سے افضل کس طرح رکھنا ہوگا اس کی ترتیب بیان فرمائی ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم جوزیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: "مراتب الصوم ثلاثة: أكملها أن يصام قبله يوم وبعده يوم، ويلي ذلك أن يصام التاسع والعاشر، وعليه أكثر الأحاديث، ويلي ذلك إفراد العاشر وحده بالصوم"۔(زاد المعاد: ۷۶/۲- الرسالۃ-)

گویا اس طرح تین درجات ہوئے:

(۱) سب سے افضل یہ ہے کہ نو، دس، گیارہ تینوں دن کا روزہ رکھا جائے، اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے: (۱) بعض روایات میں تین روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں "صوموا يوما قبله ويوما بعده" وارد ہوا ہے، تو اس روایت پر عمل

ہوجائے گا۔(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تین روزے رکھنے میں اطمینان نفس یقینی طور پر حاصل ہوگا، اور عاشوراء کے روزوں کا حصول یقینی ہوجائے گا، کیوں کہ بعض مرتبہ قمری تاریخ میں ابہام واقع ہوجاتا ہے۔

(۲) نو کے ساتھ دس محرم الحرام کا روزہ رکھنا، اس میں ایک تو مخالفتِ یہود ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ احتیاط کا پہلو بھی ہے۔

(۳) تنہا عاشوراء کا روزہ رکھنا، یہ بھی جائز ہے، چونکہ عام طور پر احادیث اسی سلسلہ میں وارد ہیں کہ آپ نے تنہا عاشوراء کا روزہ رکھا، اور اس کے رکھنے کا حکم بھی فرمایا، البتہ چونکہ اس میں ایک گُنا مشابہت کا پہلو ہے، اس لیے اس سے احتراز اولیٰ ہے۔

﴿مسائل یوم عاشوراء﴾

﴿۱﴾ عاشوراء کا روزہ چونکہ نفلی روزہ ہے، اس لیے اس کے احکام بھی وہی ہیں جو دیگر نفلی روزوں کے احکام ہیں، نفلی روزے بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے: "عن سهل رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: إن في الجنة بابا يقال له "الريان"، يدخل منه الصائمون يوم القيامة، لايدخل منه أحد غيرهم، يقال: أين الصائمون؟ فيقومون، لايدخل منه أحد غيرهم، فإذادخلوا أغلق فلم يدخل منه أحد"۔ (بخاری:۱۸۹۶-کتاب الصوم-) حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کو "ریان" کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہوگا، فرشتوں کی جانب سے پکارا جائے گا" کہاں ہیں روزہ دار؟ چنانچہ وہ کھڑے ہوں گے، ان کے ساتھ کوئی اوراس دروازے سے داخل نہیں ہوگا، پھر ان کے داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کردیا جائے گا، اوراس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔

﴿۲﴾ نفل روزے کی مطلق ومقید دونوں طرح نیت کرنا درست ہے، یعنی اگر یہ نیت کی کہ میں نفل عاشوراء کا روزہ رکھتا ہوں، تو بھی کافی ہے، اوراگر مطلق نیت کی روزہ رکھنے کی تو بھی کافی ہے۔"وأما كيفية النية فينظر إن كان الصوم عينا يكفيه نية مطلق الصوم، حتى لو صام رمضان بنية مطلق الصوم يقع على رمضان، وكذافي صوم التطوع، إذاصام مطلقا خارج رمضان يقع على النفل، لأن الوقت متعين للنفل شرعا"۔ (تحفۃ الفقہاء للسمرقندی: ۱/۳۴۷)

(۳)اکثر فقہاء کے نزدیک نفل روزے کی رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، چنانچہ اگر کسی شخص کا طلوع فجر کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہوا اور اس نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو، تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ضحوۂ کبریٰ (یعنی زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے تک) نیت کرسکتا ہے، اس کے بعد نیت صحیح نہیں۔"فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين، والنفل بنية من الليل.........۔(الدر المختار)

"قوله(إلى الضحوة الكبرى)المراد بها نصف النهار الشرعي"۔(شامی زکریا:۳/۳۳۸)

﴿۴﴾نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں، بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے، لہٰذا دل میں نیت کرلینا بھی کافی ہے، زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں۔"والنية معرفته بقلبه أن يصوم......، والتسحر في رمضان نية"۔(ہندیہ:۱/۱۹۵)

"النية شرط في الصوم، وهي أن يصلح بقلبه أنه يصوم، وليست النية باللسان شرطا"۔(رد المحتار:۲/۳۷۷)

نوٹ: بعض لوگ عربی میں روزہ کی نیت ضروری سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔(جواہر الفقہ: ۱/۳۷۸)

﴿۵﴾روزہ رکھنے کے لیے سحری (آخری شب میں کھانا پینا)مسنون ہے، اور حدیث میں اس عمل کو باعث برکت قرار دیا گیا ہے، اس لیے اس کے کھانے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔"عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: تسحروا فإن في السحور بركة"۔(بخاری:۱/۲۵۷)

البتہ اگر کسی شخص نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہوجائے گا، تاہم وہ سحری کی برکت سے محروم رہے گا۔"ویسن للصائم السحور"۔(بدائع: ۱/۲۶۶)

﴿۶﴾ طلوعِ فجر کے بعد روزہ رکھنے والے کو کچھ کھانا پینا نہ چاہئے ، بعض جگہوں پر یہ بات مشہور ہے کہ جب تک اذان کی آواز نہ آئے کھاتے پیتے رہو، یہ درست نہیں ہے۔

"الفجرفجران، سمی الضرب الأول كاذبا، والثاني: هوالبياض الذي يستطيرويعترض في الأفق، ولا يزال يزول حتى ينتشر، وسمى مستطيرا الذالك، يثبت به أحكام النهار من حرمة الطعام والشراب للصائم، وخروج وقت العشاء وجواز أداء الفجر"۔(الفتاوی التاتارخانیۃ: ۴/۲)

﴿۷﴾ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہو، تو اس کے لیے بغیر شوہر کی اجازت کے نفلی روزہ رکھنا ممنوع ہے، شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، البتہ اگر شوہر سفر وغیرہ میں ہو تو بلا اجازت بھی رکھنے کی گنجائش ہے۔"اتفق الفقهاء على أنه ليس للمرأة أن تصوم تطوعا إلا بإذن زوجها، لقول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لا تصح المرأة ولعلها شاهد إلا بإذنه، ولأن حق الزوج فرض، فلا يجوز تركه لنفل"۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ص ۱۰۰-مادۃ صوم-)

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنا:-

دس محرم الحرام یعنی یوم عاشوراء کو اپنے اہل وعیال پر خوب دل کھول کر خرچ کرنا رزق میں برکت کا سبب اور فقر وفاقہ سے نجات کا ذریعہ ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے اپنی سند سے ایک روایت نقل فرمائی ہے:"عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: سمعت

رسول اللهﷺ يقول: من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائرسنته، قال جابر: جربناه فوجدناه كذلك"۔(الاستذکار لمذاہب فقہاء الأمصار: ۳۳۱/۳-کتاب الصیام-) فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا، جو یوم عاشوراء کو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں وسعت وفراخدلی سے کام لے گا، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال رزق کی کشادگی وفراوانی فرمائیں گے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسی طرح پایا جس طرح کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یہی روایت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی سند سے حضرت جابرؓ سے نقل فرمائی ہے، البتہ وہ سند ضعیف ہے، اس میں "محمد بن یونس الکدیمی" ہے جس کو بعض حضرات نے متہم بالکذب قرار دیا ہے، اور ابن عبدالبر علیہ الرحمہ کی اس سند کو بعض محدثین نے صحیح بلکہ صحیح مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔

تاہم اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ جو امر جس درجہ میں ثابت ہو اس کو اسی طرح کیا جائے، افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا گرچہ باعثِ خیر وبرکت اور رزق میں وسعت کا ذریعہ ہے، لیکن اس میں افراط وتفریط اور غلو کا شکار ہونا، اور ان امور کو بجالانا جو عندالشرع مذموم ہیں وہ رزق سے محرومی کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے: "عن ثوبانؓ قال: قال رسول اللهﷺ: إن الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه، ولا يرد القدر إلا الدعاء، ولا يزيد في العمر إلا البر"۔ (موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ۱۰۹) فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے: بے شک آدمی

رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اس گناہ کی وجہ سے جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے، اور تقدیر کو صرف دعا ہی رد کرسکتی ہے، اور عمر میں زیادتی صلہ رحمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

الغرض عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت رزق میں کشادگی اور فراخدلی امر مستحسن ہے، تاہم اعتدال ضروری ہے۔

﴿ماہ محرم کی بدعات ورسومات﴾

(۱)تعزیہ:-

تعزیہ کرنا حرام وناجائز ہے، اس میں شرکت کرنے والے سب فاسق ہیں، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: تعزیہ داری بدعتِ قبیحہ اورناجائز ہے، اس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے، ورنہ سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے۔(مستفاد از: امداد الفتاوی: ۲۸۸/ ۵)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لیس منا من شق الجیوب وضرب الخدود ودعابدعوة الجاهلیة"۔(سنن الترمذی: ۹۹۹-کتاب الجنائز-)وہ شخص ہمارے طریقے پرنہیں جوگریبان چاک کرے، کنپٹیوں کو پیٹے اورجاہلیت کی طرح پکار پکار کرروئے۔ نیز ارشاد خداوندی ہے:"أتعبدون ماتنحتون"(الصافات: ۹۵) کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہوجس کوتم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔ ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھوں سے تراشتاہے، پھراس سے منتیں مانگی جاتی ہیں، اس سے مرادی مانگی جاتی ہیں، اس کی زیارت کو زیارتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھا جاتا ہے، یہ سب باتیں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی روسے ناجائز ہیں۔

(۲)مجالس لگانا:-

ذکرشہادت کے لیے مجالس منعقد کرنا، ان میں ماتم کرنا، نوحہ کرنا، روافض کی مشابہت کرنے کی وجہ سے ناجائز ہیں، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:"من تشبه بقوم فهومنهم"، جوجس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اس کا حشراسی قوم کے ساتھ ہوگا۔

(سنن ابی داود: ۲۰۳/ ۲)

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: ”وإياه ثم إياه أن يشغله ببدع الرافضة من الندب والنياحة والحزن، إذليس ذلك من أخلاق المؤمنين، وإلالكان يوم وفاته صلى الله عليه وآله وسلم أولیٰ بذلك وأحریٰ“۔(الصواعق المحرقۃ:۲/۵۳)، خبردار! خبردار! محرم کی بدعتوں میں روافض کے ساتھ شامل نہ ہونا، جیسے مرثیہ خوانی، آہ وبکا، رنج والم وغیرہ، کیوں کہ یہ مسلمان کی شان سے بعید ہیں، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم وفات ہوسکتا تھا، لیکن وہ نہیں ہے، اس لیے ان بدعتوں سے احتراز کرو!

(۳) محرم الحرام کے مہینہ میں شادی بیاہ نہ کرنا:-

بعض لوگ اس مہینہ کو رنج والم کا مہینہ سمجھتے ہیں، اور اس میں شادی بیاہ اور خوشی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، اور مختلف قسم کے سوگ مناتے ہیں، بعض لوگوں نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ محرم کے مہینہ میں اور خصوصًا ابتدائی دس دنوں میں شادی کی اور خوشی کی تقریبات کرنا حرام ہے، اسلاف نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ماہ محرم میں شادی بیاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو لوگ بُرا سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔(امداد المفتین: ص۱۵۶)

اس ماہِ مبارک کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس کے بابرکت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اس میں خوب عبادت کا اہتمام کرنا چاہئے، اور نکاح بھی ایک عبادت ہے، بلکہ تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: ”إذاتزوج العبد فقد كمل نصف الدين فليتق الله في نصف الباقي“۔(شعب الایمان:۴/۲۸۳) جب آدمی شادی کرلیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ باقی آدھے کے سلسلے میں

اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، لہٰذا اس ماہِ مبارک میں نکاح کرنا ممنوع نہیں، بلکہ باعثِ خیر و برکت ہے۔

(۴) دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگانا:-

اللہ اکبر! محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو شربت پلانا اور سبیل لگانا کون سی عقل کی بات ہے، اور یہ وہ عادت ہے جس کو لوگ بلا ناغہ ہر محرم پر کرتے ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ ایک طرف وہ منظر ہے جہاں شہیدانِ کربلا پیاس سے دم توڑ رہے ہیں، اور دوسری طرف یہاں شربت پلا پلا کر موج اڑائی جا رہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ سب چیزیں رافضیوں کی ایجاد کردہ ہیں، اہلِ ایمان کو ان سے احتراز کرنا چاہئے۔"وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام، فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون ويتطيبون، ويلبسون أفخر ثيابهم، ويتخذون ذلك اليوم عيدًا، يصنعون فيه أنواع الأطعمة، ويظهرون السرور والفرح، يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم"۔ (البداية والنهاية: ۸/۲۰۲ - دار الفکر بیروت-) اس لئے دسویں محرم کو سبیل لگانا قرآن وحدیث اور فقہ، کسی سے ثابت نہیں ہے، یہ صرف روافض اور دشمنانِ اسلام کا طریقہ ہے۔

(۵) سوگ منانا:-

شریعتِ مطہرہ میں سوگ منانا ممنوع نہیں ہے، البتہ اس کی ایک حد متعین ہے، چنانچہ سوگ کی مدت تین دن مقرر ہے، اس سے زیادہ کسی مرد و عورت کے لیے سوگ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ متوفی عنہا زوجہا، وہ اپنے شوہر کے لیے چار ماہ دس دن سوگ کے لیے زیب و زینت ترک کرے گی، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ: "لما

جاء نعي أبي سفيان من الشام، دعت أم حبيبة رضي الله عنها بصفرة في اليوم الثالث، فمسحت عارضتيها وذراعيها وقالت: إني كنت عن هذا لغنية، لولا أني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الاخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج، فإنها تحد عليه أربعة أشهر و عشرا "۔(بخاری:۱۲۰۱-کتاب الجنائز-) فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام حبیبہؓ کو ان کے والد حضرت ابوسفیانؓ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی، جو زرد رنگ کی تھی، اوراپنے بازوؤں ارورخسار پر ملی، اورفرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں میں تین دن سے زیادہ سوگ منانے والوں میں شمار نہ ہوجاؤں میں نے خوشبو لگالی)، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ایسی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر اورآخرت کے دن پر یقین رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کے فوت ہوجانے پر تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس کی موت پر وہ چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

مذکورہ روایت کے علاوہ کتبِ احادیث میں کئی روایات موجود ہیں، جن میں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے کو حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ کتنی ہی زیادہ عظمت ورفعت والی کیوں نہ ہو۔

غور فرمایئے! امامِ کائنات، فخرِ رسل، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر عظمت ورفعت والی کوئی ہستی ہوسکتی ہے؟ اگر برسہا برس تک سوگ منانا جائز ہوتا تو آپ کی وفات حسرتِ آیات اس قابل تھی کہ مسلمان ہر سال اس موقع پر اپنی دکانیں بند کرتے، اور جوش وخروش سے سوگ مناتے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ نہ تو کسی صحابی سے سوگ منانا ثابت ہے، اور نہ ہی

حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، کیا انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم نہیں تھا؟ مگر افسوس! سانحہ کربلا کو ساڑھے چودہ سو سال گذر گئے، لیکن اس کا سوگ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔-فإلى الله المشتكى-

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

سراج الحق سعادتی (میولی، میوات)

muftissaadati@gamil.com